THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قضیۂ فلسطین اور انسانی حقوق: عالمی انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

The Palestinian Issue and Human Rights: An Analytical Study in the Light of International Human Rights Law and Islamic Teachings

سدرہ بیگم: پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور، پاکستان۔

ڈاکٹر ثمینہ بیگم: ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور، پاکستان۔

Abstract

The Palestinian struggle is still a very deep and painful issue for people all over the world. It is like a wound that has not healed for a long time. It tells us a story of a people who have been gradually deprived of their very basic rights and freedoms. In this paper, we look closely at the Palestinian issue. The paper focuses on two main perspectives: the international human rights law on one hand and the Islamic law on human rights on the other hand. Besides, the paper also asks an important question: if international human rights instruments speak so beautifully about human dignity and the protection of civilians, then why do they always fail in practice when it comes to Gaza and the other occupied territories? In order to answer this question, the paper examines not only the legal texts such as the UN Charter, but also the ethical and spiritual sources of Islam, namely the Qur'an and the Sunnah. This paper presents a remarkable finding: both traditions law and religion call for respect of human life and the end of all forms of oppression; however, international law is often limited by political agendas and power struggles, whereas the Islamic tradition provides a clear and unwavering moral guidance that comes from God and entails a firm commitment to support the rights of the vulnerable. After a thorough comparative study, the paper suggests that the Palestinian issue cannot be handled effectively by continuing the policy of silence. Instead, the framework of accountability that is both consistent with the universal legal standards and with the deep-rooted moral and spiritual values should be developed and implemented.

Keywords: *Palestinian, Human Rights, Islamic Justice Ethics, Gaza Crisis, Morality*

تمہید

عہدِ حاضر میں مسئلہ فلسطین صرف ایک جغرافیائی تنازع یا محدود علاقائی کشمکش کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ بیسویں صدی کے بعد سے انسانی حقوق کی مسلسل پامالی اور عالمی طاقتوں کے تضادات کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ قیامِ اقوام متحدہ اور "انسانی حقوق کے عالمی منشور" کی منظوری کے بعد دنیا کو یہ نوید سنائی گئی تھی کہ نو آبادیاتی دور ختم ہو چکا ہے اور اب ہر قوم کو اپنے سیاسی، اقتصادی اور سماجی مستقبل کے تعین کا حق حاصل ہو گا۔ تاہم، فلسطینی عوام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات نے اس عالمی نظام کی قانونی حیثیت پر گہرے شکوک و شبہات پیدا کر دیے ہیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

فلسطین کا بحران در حقیقت اس استثنائی رویے کی عکاسی کرتا ہے جہاں "قانون کی حکمرانی" کے دعویدار اداروں نے طاقتور کے مفادات کے تحفظ کے لیے کمزور کے بنیادی انسانی حقوق کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ یہ صرف زمین کی ملکیت کا تنازع نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی قوم کی داستانِ حیات ہے جسے اس کے بنیادی حقِ خودارادیت سے محروم رکھا گیا ہے۔ عالمی ضمیر اور بین الاقوامی قانونی ضابطوں کے درمیان موجود یہ خلیج اس بات کا ثبوت ہے کہ جب تک حقوق کو طاقتور کی مرضی کے تابع رکھا جائے گا، انصاف کی فراہمی ممکن نہیں ہو سکے گی۔

مزید برآں، یہ مسئلہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ بین الاقوامی قانون کے اصولوں کی تطبیق میں "دوہرے معیارات" کس طرح انسانی المیوں کو طول دیتے ہیں۔ فلسطین میں جاری انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر عالمی اداروں کی جانب سے اختیار کردہ خاموشی اور مجرمانہ تساہل نے ان قوانین کی اخلاقی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یوں، فلسطین کا قضیہ اب صرف ایک سیاسی مسئلہ نہیں رہا، بلکہ یہ انسانیت کے لیے ایک اخلاقی امتحان بن چکا ہے کہ کیا عالمی قانون محض طاقتور کی آلہِ کار ہے یا واقعی مظلوم کے تحفظ کا واحد ذریعہ؟ اس مقالے میں اسی تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک موازنہ پیش کیا جائے گا تاکہ مسئلے کے پائیدار اور عادلانہ حل کے امکانات تلاش کیے جا سکیں۔

مبحثِ اوّل: مسئلہ فلسطین کا تاریخی و قانونی پس منظر اور انسانی حقوق کی پامالیاں

اوّل: تاریخی پس منظر: برطانوی انتداب اور نوآبادیاتی جبر کا آغاز

فلسطینی عوام کے خلاف انسانی حقوق کی منظم پامالیوں کے تاریخی سوتے بیسویں صدی کے اوائل میں اس وقت پھوٹتے ہیں جب استعماری طاقتوں نے اس خطے کی جغرافیائی اور سیاسی ہیئت کو تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے کی سب سے مہلک کڑی 2 نومبر 1917ء کو جاری ہونے والا "اعلانِ بالفور" ہے، جو بین الاقوامی سفارت کاری میں اخلاقی دیوالیہ پن کی ایک بدترین مثال ہے۔ اس دستاویز کے ذریعے برطانوی سلطنت نے ایک ایسی سرزمین پر یہودی ریاست کے قیام کی توثیق کی، جس کا اسے کوئی اخلاقی یا قانونی حق حاصل نہیں تھا۔[1]

اس نوآبادیاتی منصوبے کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اس میں فلسطین کے اصل وارثوں، یعنی عرب فلسطینیوں کی مرضی اور منشا کو مکمل طور پر پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ اس وقت کی نوے فیصد سے زائد مقامی آبادی کو محض "دیگر غیر یہودی برادریوں" کے طور پر مخاطب کیا گیا، جس کا مقصد ان کی سیاسی شناخت اور حقِ خودارادیت کو جڑ سے اکھاڑنا تھا۔ یہ اقدام اس "پیکٹ آف دی لیگ آف نیشنز" کے آرٹیکل 22 کی بھی کھلی خلاف ورزی تھی، جو کہتا تھا کہ انتداب کے تحت علاقوں کی مقامی آبادی کے مفادات کو اولیت دی جائے گی۔[2]

[1] Rashīd Khalīdī ,Sau Sālah Jang Barā-e-Falastīn: No-ābādiyātī Ābādkārī aur Muzāhimat kī Tārīkh ,trans. Arshad Azīz (Lahore: Mashal Books, 2021), p 45.
[2] Rashīd Khalīdī ,Sau Sālah Jang Barā-e-Falastīn ,p 48

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

برطانوی انتداب کے دوران ایسی پالیسیاں وضع کی گئیں جنھوں نے صیہونی آبادکاری کو قانونی تحفظ فراہم کیا، جبکہ فلسطینیوں کی معاشی اور سماجی زندگی کو مفلوج کر دیا گیا۔ رشید خالدی کے مطابق، یہ دور فلسطین کے خلاف "سو سالہ جنگ" کا باقاعدہ نقطۂ آغاز تھا، جہاں بین الاقوامی قانون کو ایک آلے کے طور پر استعمال کر کے ایک قوم کو اس کی جڑوں سے کاٹنے کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ نہ صرف ایک سیاسی غصب تھا بلکہ انسانی حقوق کی ان آفاقی قدروں پر پہلا بڑا حملہ تھا جن کا دعویٰ جدید دنیا کرتی ہے۔[3]

علاوہ ازیں، اس دور میں برطانوی انتظامیہ نے فلسطینی مزاحمت کو کچلنے کے لیے جن جابرانہ قوانین کا سہارا لیا، وہی بعد ازاں اسرائیلی قانونی ڈھانچے کا حصہ بنے۔ ان قوانین کے تحت فلسطینیوں کی زمینوں کی ضبطگی اور جبری ملک بدری کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو آج بھی جاری و ساری ہے۔ لہٰذا، مسئلہ فلسطین کو محض 1948ء یا 1967ء کا نتیجہ سمجھنا ایک تاریخی مغالطہ ہوگا؛ اس کی جڑیں اس نوآبادیاتی دھوکہ دہی میں ہیں جس نے ایک پوری قوم کے وجود کو بین الاقوامی نقشے سے مٹانے کی کوشش کی۔[4]

دوم: النکبہ

سنہ 1948ء میں ریاستِ اسرائیل کے قیام کا اعلان فلسطینیوں کے لیے ایک ایسی تاریخی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوا جسے "النکبہ" Al-Nakba کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ محض ایک سیاسی تبدیلی نہیں تھی، بلکہ ایک منظم عسکری مہم کے ذریعے مقامی آبادی کی ایسی نسلی تطہیر تھی جس نے انسانی حقوق کا ایک لامتناہی بحران پیدا کر دیا۔ اس عرصے کے دوران صیہونی عسکری جتھوں نے دہشت گردی اور قتل و غارت کے ذریعے تقریباً سات لاکھ پچاس ہزار فلسطینیوں کو ان کے آبائی علاقوں اور گھروں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔[5]

یہ جبری بے دخلی بین الاقوامی انسانی قانون کی سنگین خلاف ورزی ہے، کیونکہ چوتھے جنیوا کنونشن کے تحت کسی بھی سویلین آبادی کو جنگی بنیادوں پر مستقل طور پر بے دخل کرنا جنگی جرم تصور کیا جاتا ہے۔ ایلان پاپے نے اپنی دستاویزی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ یہ اخراج کسی ہنگامی جنگ کا ضمنی نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا حصہ تھا تاکہ مستقبل کی ریاست میں آبادیاتی تناسب کو صیہونی مفادات کے حق میں موڑا جا سکے۔[6]

موجودہ دور میں فلسطینی پناہ گزینوں کا سب سے بڑا انسانی حقوق کا مطالبہ "حقِ واپسی" ہے، جس کی بنیاد اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 194 پر قائم ہے۔ اس قانونی مطالبے کے مطابق، ہر اس فرد کو اس کی زمین پر واپسی کا حق حاصل ہے جسے وہاں سے زبردستی نکالا گیا۔ تاہم، اسرائیل کی جانب سے اس حق کی مسلسل نفی اور لاکھوں فلسطینیوں کو ان کی جائیدادوں سے محروم رکھنا نہ صرف اخلاقی

---

[3] Rashīd Khalīdī ,the Hundred Years' War on Palestine: A History of Settler Colonialism and Resistance, 1917–2017(New York: Metropolitan Books, 2020), p 32.
[4] Rashīd Khalīdī ,The Hundred Years' War on Palestine, p 35.
[5] Ilān Pappé, Falastīn kī Naslī Tathīr, (Oxford: One World Publications, 2006), p 112.
[6] Ilān Pappé, The Ethnic Cleansing of Palestine (Oxford: One World Publications, 2006), p 115.

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

دیوالیہ پن ہے بلکہ عالمی قانونی ضابطوں کے نفاذ میں ناکامی کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔ اس المیے نے فلسطینی معاشرت کو بکھیر کر رکھ دیا ہے اور آج بھی لاکھوں خاندان پناہ گزین کیمپوں میں بنیادی انسانی سہولیات سے محروم زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔[7]

سوم: بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین اور مقبوضہ علاقوں کی قانونی حیثیت

بین الاقوامی قانون کے ماہرین اور عالمی اداروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فلسطینی علاقوں پر اسرائیلی تسلط کی نوعیت "جنگی قبضہ" کی ہے، جس پر بین الاقوامی انسانی قانون کے ضوابط لاگو ہوتے ہیں۔ اس قانونی حیثیت کے پیشِ نظر، ہیگ کنونشن 1907 اور چوتھا جنیوا کنونشن 1949 قابض ریاست پر یہ لازمی ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ وہ مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی سویلین آبادی کے بنیادی حقوق اور تحفظ کو یقینی بنائے۔[8]

انسانی حقوق کی ان سنگین پامالیوں کو درج ذیل دو کلیدی قانونی نکات کے تحت سمجھا جا سکتا ہے:

الف: آبادیاتی تبدیلی اور غیر قانونی بستیاں:

چوتھے جنیوا کنونشن کا آرٹیکل 49 کسی بھی قابض طاقت کو اس بات سے سختی سے روکتا ہے کہ وہ اپنی شہری آبادی کا کوئی بھی حصہ مقبوضہ علاقے میں منتقل کرے۔ اسرائیل کی جانب سے مغربی کنارے اور مشرقی بیت المقدس میں تیزی سے تعمیر کی جانے والی یہودی بستیاں اسی بین الاقوامی قانون کی صریح نفی ہیں۔ یہ عمل نہ صرف مقبوضہ زمین کی جغرافیائی ہیئت کو تبدیل کرنے کی کوشش ہے بلکہ مقامی فلسطینیوں کو ان کے وسائل سے محروم کرنے کا ایک منظم ذریعہ بھی ہے۔[9]

ب: اجتماعی سزا کی ممانعت

بین الاقوامی قانون کے تحت کسی ایک فرد یا گروہ کے فعل کی پاداش میں پوری آبادی کو سزا دینا قطعی طور پر ممنوع ہے۔ غزہ کی پٹی کا طویل المدتی معاشی و عسکری محاصرہ، جس نے لاکھوں انسانوں کو ادویات، خوراک اور صاف پانی جیسی بنیادی ضرورتوں سے محروم کر رکھا ہے، "اجتماعی سزا" کے زمرے میں آتا ہے۔ جنیوا کنونشن کے آرٹیکل 33 کے مطابق، اس قسم کے اقدامات جنگی جرائم کے دائرے میں آتے ہیں، کیونکہ یہ معصوم شہریوں کی زندگیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے خطرے میں ڈالتے ہیں۔

علاوہ ازیں، بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین کے تحت قابض طاقت مقبوضہ علاقے میں صحت، تعلیم اور زندگی کی بنیادی سہولیات فراہم کرنے کی پابند ہے۔ اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں کی نقل و حرکت پر پابندیاں اور فوجی چوکیوں کا قیام ان کے حقِ زندگی اور حقِ روزگار کی مسلسل پامالی ہے، جو کہ بین الاقوامی برادری کے لیے ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔

---

[7] Ilān Pappé, Falastīn kī Naslī Tathīr, p 114.
[8] Jean Mayer, International Law and the Question of Palestine (Cambridge: Cambridge University Press, 2010), p 210.
[9] Ibid, p 211

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

چہارم: نسلی امتیاز کا قانونی جائزہ اور عالمی رپورٹس

حالیہ دہائیوں میں بین الاقوامی انسانی حقوق کے ماہرین اور مستند اداروں نے مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں اسرائیلی تسلط کی نوعیت کو "اپارتھائیڈ" یا نسلی امتیاز کے طور پر شناخت کیا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ جیسی عالمی تنظیموں نے اپنی تفصیلی تحقیقاتی رپورٹس میں یہ ثابت کیا ہے کہ اسرائیل نے دریائے اردن سے لے کر بحیرہ روم تک ایک ایسا دوہرا قانونی نظام قائم کر رکھا ہے جو نسل اور قومیت کی بنیاد پر تفریق پیدا کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت فلسطینیوں کو ان کے بنیادی شہری حقوق سے محروم کر کے ایک محکوم طبقے کے طور پر رکھا گیا ہے، جبکہ یہودی آباد کاروں کو تمام تر ریاستی سہولیات اور قانونی تحفظات حاصل ہیں۔[10]

قانونی نقطۂ نظر سے "اپارتھائیڈ" کا جرم "بین الاقوامی کنونشن برائے انسدادِ اپارتھائیڈ 1973" اور بین الاقوامی فوجداری عدالت کے "روم سٹیٹیوٹ" کے تحت انسانیت کے خلاف جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں کی نقل و حرکت پر سخت پابندیاں، زمینوں کی ضبطگی اور غیر مساوی تقسیمِ وسائل وہ عوامل ہیں جو اس نسلی امتیاز کو تقویت دیتے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ واضح کرتی ہے کہ یہ صورتحال اب محض ایک عارضی جنگی قبضے تک محدود نہیں رہی بلکہ ایک مستقل جابرانہ ڈھانچہ بن چکی ہے جس کا مقصد ایک نسل کا دوسری نسل پر غلبہ برقرار رکھنا ہے۔[11]

پنجم: غزہ کا بحران اور انسانی حقوق کی سنگین صورتحال

غزہ کی پٹی کی موجودہ صورتحال جدید انسانی تاریخ کے بدترین المیوں میں سے ایک ہے، جسے عالمی مبصرین نے اکثر دنیا کی سب سے بڑی "کھلی جیل" سے تشبیہ دی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے جاری مسلسل زمینی، فضائی اور بحری محاصرے نے یہاں کی بیس لاکھ سے زائد آبادی کو زندگی کی بنیادی ترین سہولیات سے محروم کر دیا ہے۔ غزہ میں بجلی، صاف پانی، ادویات اور خوراک کی فراہمی پر سخت اسرائیلی کنٹرول انسانی حقوق کے عالمی منشور کے آرٹیکل 25 کی صریح خلاف ورزی ہے، جو ہر انسان کے لیے مناسب معیارِ زندگی اور صحت کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔[12]

حالیہ برسوں میں ہونے والی فوجی کارروائیوں اور وحشیانہ بمباری کے نتیجے میں غزہ کا انفراسٹرکچر مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ بین الاقوامی قانونِ جنگ کے تحت اسپتالوں، تعلیمی اداروں، اور مذہبی مقامات کو نشانہ بنانا قطعی طور پر ممنوع ہے، لیکن غزہ میں ان مقامات کی منظم تباہی "جنگی جرائم" کے دائرے میں آتی ہے۔ نور مصالحہ اپنی تحقیق میں بیان کرتے ہیں کہ غزہ کی صورتحال محض ایک سیکیورٹی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک پوری نسل کو اجتماعی سزا دے کر ان کے سیاسی اور انسانی وجود کو ختم کرنے کی کوشش ہے۔

[10] Human Rights Watch, Ek Hadd Ubūr ho chukī: Isrāīlī Hukkām aur Apartheid ke Jarāim (New York: Human Rights Watch, 2021), p 15.
[11] Nūr Masālah, Palestine: A Four Thousand Year History (London: Zed Books, 2018), p 340.
[12] Ibid, p 342.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مبحثِ دوم: انسانی حقوق کا اسلامی تصور اور فلسطینی جدوجہد

اوّل: اسلامی شریعت میں انسانی حقوق کی مابعد الطبیعیاتی بنیاد

اسلامی فکری روایت میں انسانی حقوق محض سماجی معاہدوں یا پارلیمانی قراردادوں کی پیداوار نہیں ہیں، بلکہ یہ "حقوق اللہ" کی طرح ایک مقدس امانت ہیں جو خالقِ کائنات نے انسان کو "حقوق العباد" کے طور پر ودیعت کیے ہیں۔ مغربی لبرل ازم کے برعکس، جہاں حقوق سیاسی مصلحتوں یا اکثریت کی رائے کے تابع ہو سکتے ہیں، اسلامی نظام میں انسانی جان، مال، آبرو اور زمین کی حرمت قطعی اور غیر متبدل ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس آفاقی سچائی کو یوں بیان کیا ہے کہ ایک فرد کا ناحق قتل درحقیقت پوری انسانیت کی موت کے مترادف ہے۔[13]

فلسطین کے تناظر میں یہ اصول ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ جب انسانی حقوق کو "الٰہی احکامات" کے طور پر دیکھا جائے، تو کسی بھی ریاست یا طاقت کو یہ حق حاصل نہیں رہتا کہ وہ سیکیورٹی یا سیاسی ضرورتوں کا بہانہ بنا کر ان کی پامالی کرے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، فلسطینی عوام کے بنیادی حقوق کی پامالی درحقیقت خالق کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز ہے، جس کی تلافی عدلِ اجتماعی کے قیام کے بغیر ممکن نہیں۔[14]

Muhammad Tāhir-ul-Qādrī, *Human Rights in Islam* [Lahore: Minhaj-ul-Quran Publications, 2005], 85.

دوم: حقِ آزادی اور غصب شدہ املاک کی شرعی حیثیت

اسلامی فقہ اور سیاسی فکر میں کسی بھی قوم کو اس کے آبائی گھروں سے جبری بے دخل کرنا اور ان کی املاک پر غاصبانہ قبضہ کرنا "ظلمِ عظیم" کے زمرے میں آتا ہے۔ حقِ ملکیت اسلام میں اس قدر اہم ہے کہ اسے مقاصدِ شریعہ حیات، عقل، دین، نسل اور مال کا تحفظ میں بنیادی مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی کی تحقیق کے مطابق، غصب شدہ زمین پر قابض کا کوئی بھی تصرف شرعی طور پر باطل ہے اور اصل مالکان کو اپنی زمین کی بازیابی کے لیے ہر ممکن جدوجہد کا حق حاصل ہے۔[15]

قرآنِ کریم نے ان مظلوموں کے لیے دفاعی جدوجہد اور قتال کو ایک شرعی ضرورت قرار دیا ہے جنہیں صرف ان کے عقیدے اور حق گوئی کی بنیاد پر ان کے وطن سے نکالا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ

[13] Muhammad Tāhir-ul-Qādrī, Islām mein Insānī Huqūq (Lahore: Minhaj-ul-Quran Publications, 2005), p 82.
[14] Ibid, p 85
[15] Taqī Usmanī, Islām aur Jadīd Ma'īshat o Tijārat (Karachi: Maktaba Ma'ariful Quran, 2012), p 145.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾[16]

"جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ کے شر کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے"۔

یہ آیات اس حوالے سے ایک عالمی ضابطہ پیش کرتی ہے کہ اگر مظلوم کو دفاع کی اجازت نہ دی جائے تو زمین پر فساد برپا ہو جائے گا اور عبادت گاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں گی۔ فلسطینی جدوجہد درحقیقت اسی "حقِ مدافعت" کی عملی تعبیر ہے، جہاں ایک قوم اپنی غصب شدہ زمین اور سلب شدہ آزادی کی بحالی کے لیے بین الاقوامی اور اسلامی دونوں قوانین کے تحت برسرِ پیکار ہے۔[17]

سوم: اسلامی نظریۂ عدل اور "نصرتِ مظلوم" کی اخلاقی جہات

اسلامی اخلاقیات اور عمرانیات کا ایک بنیادی ستون "مظلوم کی نصرت" ہے، جو کسی بھی جغرافیائی یا نسلی تفریق سے بالاتر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ جامع ارشاد کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم،[18]" اسلامی نظام عدل کی روح کو واضح کرتا ہے۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ظالم کی مدد کی نوعیت دریافت کی، تو آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک دینا ہی درحقیقت اس کی مدد ہے تاکہ وہ مزید گناہ اور تباہی سے بچ سکے۔[19]

قضیہ فلسطین کے تناظر میں یہ اصول محض ایک انفرادی اخلاق نہیں بلکہ ایک عالمی سیاسی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے عالمی برادری اور بالخصوص مسلم ریاستوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ فلسطینی عوام کو سفارتی، قانونی اور اخلاقی تنہائی کا شکار نہ ہونے دیں۔ عدل کے قیام کے لیے ہر ممکنہ جائز وسیلہ اختیار کرنا، چاہے وہ عالمی فورمز پر آواز اٹھانا ہو یا انسانی امداد کی فراہمی، ایک شرعی ناگزیر ضرورت ہے۔[20]

[16] Al-Hajj, 22: 39-40
[17] Taqī Usmanī, Islām aur Jadīd Ma'īshat o Tijārat, p 147
[18] Muhammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, Sahīh al-Bukhārī, (Beirut: Dār Tuq al-Najāh, 1422 AH), vol. 3, p128, Hadith No. 2444).
[19] Abul A'lā Maudūdī, Al-Jihād fil Islām (Lahore: Islamic Publications, 2015), p 210.
[20] Ibid, p 214

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

چہارم: کثیر المذہبی معاشرت اور تاریخی تسلسل

اسلامی تاریخ میں "میثاقِ مدینہ" وہ اولین تحریری دستاویز ہے جس نے ایک کثیر المذہبی اور کثیر القومی معاشرے میں انسانی حقوق اور پر امن بقائے باہمی کا عملی فریم ورک پیش کیا۔ اس میثاق نے تمام شہریوں کے لیے مساوی حقوق اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی تھی۔ فلسطین کی تاریخ اس اسلامی نظامِ عدل کی شاہد ہے؛ عہدِ فاروقی میں بیت المقدس کی فتح کے وقت عیسائیوں کو دیے گئے "امان نامے" اور بعد ازاں صلاح الدین ایوبی کا مثالی طرزِ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی دور میں تمام مذاہب کی عبادت گاہیں اور حقوق محفوظ تھے۔[21]

اس کے برعکس، موجودہ صیہونی ریاست کا ڈھانچہ جس کی بنیاد ہی نسلی برتری اور مقامی آبادی کی محرومی پر رکھی گئی ہے، اسلامی تعلیماتِ عدل کی مکمل ضد ہے۔ جہاں اسلام نے اقلیتوں اور مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کو جان و مال کا تحفظ دیا، وہاں موجودہ نظامِ اپارتھائیڈ انسانی وقار کی مسلسل تذلیل کر رہا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق، اسلامی نظامِ ریاست میں کسی بھی انسان کے ساتھ محض اس کے مذہب یا نسل کی بنیاد پر امتیازی سلوک کرنا شریعت کے بنیادی مقاصد کی پامالی ہے۔[22]

پنجم: بین الاقوامی قانون بمقابلہ اسلامی اخلاقیاتِ جنگ

اسلامی قانونِ بین الملک جنگ کے دوران بھی ایسے اعلیٰ اخلاقی معیارات قائم کرتا ہے جن کی نظیر جدید بین الاقوامی قوانین میں بھی مشکل سے ملتی ہے۔ اسلامی فقہ جنگی حالات میں غیر مقاتلین بشمول بچوں، خواتین، بوڑھوں اور مذہبی راہبوں کے تحفظ کو لازمی قرار دیتی ہے۔ اس کے علاوہ شہری انفراسٹرکچر، جیسے عبادت گاہوں، فصلوں اور یہاں تک کہ درختوں کو نقصان پہنچانا بھی شرعی طور پر ممنوع ہے۔[23]

غزہ کی موجودہ صورتحال کا موازنہ جب ان اسلامی ضوابط سے کیا جاتا ہے، تو عالمی نظام کا کھوکھلا پن واضح ہو جاتا ہے۔ جہاں بین الاقوامی قوانین کی موجودگی کے باوجود اسپتالوں اور پناہ گزین کیمپوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، وہاں اسلامی اخلاقیات ایک ایسا مستقل نظام فراہم کرتی ہیں جو سیاسی مفادات یا طاقت کے توازن کا محتاج نہیں بلکہ براہِ راست الٰہی ہدایت پر مبنی ہے۔ وہبہ الزحیلی کے مطابق، اسلامی قانونِ جنگ کا مقصد زمین پر فساد کو ختم کرنا اور انسانیت کی بقا ہے، نہ کہ انتقام یا زمین پر غاصبانہ قبضہ۔[24]

[21] Muhammad Hamīdullāh, Ahd-e-Nabawī mein Nizām-e-Hukmrānī (Islamabad: Idarah Tahqiqat-e-Islami, 2008), p 122.
[22] Ibid, p 125.
[23] Wahbah al-Zuhaylī, Āthār al-Harb fil Fiqh al-Islāmī: Dirāsah Muqāranah (Damascus: Dar al-Fikr, 1998), p 340.
[24] Ibid, p 345

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مبحثِ سوم: بین الاقوامی اداروں کا کردار اور عالمی سیاست کے تضاد کا تجزیہ

اوّل: اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل کا ادارہ جاتی جمود

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی اساس عالمی امن، سیکیورٹی اور انسانی حقوق کے غیر مشروط تحفظ پر رکھی گئی ہے۔ تاہم، قضیہ فلسطین کے تاریخی تناظر میں سلامتی کونسل کا ادارہ جاتی ڈھانچہ عدل کی فراہمی میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوا ہے۔ بالخصوص پانچ مستقل اراکین کو حاصل "حقِ استرداد" یا ویٹو پاور نے اس ادارے کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ جب بھی اسرائیل کی جانب سے انسانی حقوق کی سنگین پامالیوں پر کوئی تادیبی قرارداد یا فوری جنگ بندی کی اپیل سامنے آتی ہے، تو عالمی طاقتیں بالخصوص ریاستہائے متحدہ امریکہ اپنے سیاسی و تزویراتی مفادات کی خاطر ویٹو کا استعمال کر کے بین الاقوامی قانون کے نفاذ کو معطل کر دیتی ہیں۔[25]

یہ صورتحال بین الاقوامی قانون کی اخلاقی حیثیت پر سوالیہ نشان کھڑا کرتی ہے، کیونکہ یہاں قانون کی بالادستی کے بجائے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" والا اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ جان ڈوگارڈ کے تجزیے کے مطابق، سلامتی کونسل کا یہ غیر جمہوری ڈھانچہ فلسطینیوں کو ایک ایسے قانونی خلا میں دھکیل دیتا ہے جہاں ان کے بنیادی حقوق عالمی سیاست کی نذر ہو جاتے ہیں۔[26]

دوم: بین الاقوامی عدالتِ انصاف اور قانونی فیصلوں کا فقدانِ نفاذ

عالمی قانونی اداروں میں بین الاقوامی عدالتِ انصاف اور بین الاقوامی فوجداری عدالت نے وقتاً فوقتاً فلسطین کے حق میں اہم مشاورتی آراء اور فیصلے صادر کیے ہیں۔ مثال کے طور پر، 2004ء میں عالمی عدالت نے مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی جانب سے تعمیر کردہ "دیوارِ فاصل" کو بین الاقوامی قانون کی صریح خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اسے مسمار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح حالیہ برسوں میں غزہ میں ممکنہ نسل کشی Genocide کے حوالے سے دائر کردہ مقدمات میں عدالت نے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے عبوری اقدامات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

تاہم، ان عدالتوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کے پاس اپنے فیصلوں پر عمل درآمد کروانے کے لیے کوئی خود مختار عالمی فورس موجود نہیں ہے۔ جب سلامتی کونسل کے اراکین ان فیصلوں کی پشت پناہی نہیں کرتے، تو "قانون کی حکمرانی" محض ایک بیانیہ بن کر رہ جاتی ہے۔ یہ انتظامی کمزوری قابض طاقت کو شہ دیتی ہے کہ وہ عالمی عدالتوں کے فیصلوں کو پسِ پشت ڈال کر اپنی غیر قانونی سرگرمیاں جاری رکھے۔[27]

[25] John Dugard, Palestine and International Law: A Legal Analysis (Leiden: Brill Publishers, 2023), p 88.
[26] Ibid, p 92.
[27] International Court of Justice, Legal Consequences of the Construction of a Wall in the Occupied Palestinian Territory: Advisory Opinion (The Hague: ICJ Reports, 2004), p 131.

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سوم: انسانی حقوق کے دوہرے معیارات اور تزویراتی ترجیحات

عالمی سیاست میں انسانی حقوق کا تصور اکثر طاقتور ریاستوں کے ہاتھ میں ایک سیاسی آلے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یوکرین اور فلسطین کے تنازعات کا تقابلی جائزہ اس تضاد کو مکمل طور پر بے نقاب کر دیتا ہے۔ جہاں یوکرین پر حملے کے بعد بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی بنیاد پر روس پر فوری معاشی اور سفارتی پابندیاں عائد کی گئیں، وہیں فلسطین کے معاملے میں دہائیوں سے جاری قبضے اور نسل کشی پر مجرمانہ خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔

اس تضاد کی سب سے سنگین شکل "دفاعِ خود اختیاری" کی وہ من مانی تشریح ہے جس کے ذریعے ایک قابض طاقت کی جانب سے شہری آبادی، اسپتالوں اور پناہ گزین کیمپوں پر حملوں کو جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ نورم چومسکی کے مطابق، یہ دوہرا معیار نہ صرف فلسطینیوں کے حقِ حیات کی نفی ہے بلکہ ان عالمی قوانین کی ساکھ کو بھی تباہ کر رہا ہے جو دوسری جنگِ عظیم کے بعد انسانیت کے تحفظ کے لیے بنائے گئے تھے۔ جب تک انسانی حقوق کو سیاسی ترجیحات سے الگ کر کے آفاقی پیمانے پر نافذ نہیں کیا جائے گا، عالمی امن ایک سراب ہی رہے گا۔

چہارم: عالمی میڈیا اور بیانیے کی تشکیل: حقیقت سازی کا عمل

مسئلہ فلسطین کے حوالے سے عالمی میڈیا کا کردار محض خبر رسانی تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ ایک ایسی "بیانیے کی جنگ" بن چکا ہے جہاں سچائی کو سیاسی مفادات کے تحت تشکیل دیا جاتا ہے۔ مغربی میڈیا کے مقتدر ادارے اکثر لسانی اور بصری حربوں کے ذریعے " قابض " اور "مقبوضہ" کے درمیان موجود قانونی اور اخلاقی فرق کو دھندلا دیتے ہیں۔ انسانی حقوق کی بدترین پامالیوں کو "سیکیورٹی آپریشن" یا "دو گروہوں کے درمیان تصادم" کارنگ دے کر اصل مسئلے، یعنی غیر قانونی قبضے اور نسل کشی سے عالمی توجہ ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔[28]

ایڈورڈ سعید کے تجزیے کے مطابق، فلسطینی مزاحمت کو مسلسل "دہشت گردی" سے تعبیر کرنا اور اسرائیلی عسکری جارحیت کو "دفاع" کے طور پر پیش کرنا درحقیقت ایک منظم نظریاتی فریم ورک کا حصہ ہے جس کا مقصد عالمی ضمیر کو بے حس بنانا ہے۔ جب میڈیا کسی مظلوم قوم کے حقِ دفاع کو جرم بنا کر پیش کرتا ہے، تو انسانی حقوق کے عالمی ضابطے اپنی معنویت کھو دیتے ہیں۔ یہ بیانیہ نہ صرف فلسطینیوں کو ان کے حقِ خود ارادیت سے محروم کرنے کا جواز فراہم کرتا ہے بلکہ عالمی رائے عامہ کو بھی گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔[29]

پنجم: علاقائی سیاسی حرکیات اور مسلم بلاک کا کردار

فلسطینیوں کی انسانی حقوق کی جدوجہد میں مسلم دنیا اور بالخصوص تنظیمِ تعاونِ اسلامی اور عرب لیگ کی کارکردگی ایک پیچیدہ قانونی اور سیاسی بحث کا تقاضا کرتی ہے۔ اگرچہ ان تنظیموں کے اجلاسوں میں مذمتی قراردادیں کثرت سے منظور کی جاتی ہیں، لیکن عملی طور

[28] Edward Saīd, Covering Islam: How the Media and the Experts Determine How We See the Rest of the World (New York: Vintage Books, 1997), 118.
[29] Ibid, p 112

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

پر اسرائیل پر موثر معاشی، تجارتی یا سفارتی دباؤ ڈالنے میں ناکامی ایک واضح حقیقت ہے۔ شیریں ہنٹر کے مطابق، مسلم ریاستوں کے باہمی اختلافات اور ان کے مخصوص تزویراتی مفادات نے فلسطینی مقدمے کو عالمی سطح پر سفارتی تنہائی کا شکار کر دیا ہے۔[30]

یہ عملی جمود اسلامی تعلیمات کے اس "تصورِ اخوت" اور "نصرتِ مظلوم" کے آفاقی اصول کے سراسر منافی ہے، جس کا ذکر ہم نے مقالے کے دوسرے مبحث میں کیا ہے۔ جب مسلم بلاک عالمی منڈیوں اور سفارتی فورمز پر اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو اس کا براہِ راست نقصان فلسطینیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کی صورت میں نکلتا ہے۔ شیریں ہنٹر کے تجزیے کے مطابق، جب تک مسلم دنیا اپنی پالیسیوں کو محض بیانات سے نکال کر ٹھوس معاشی اور سیاسی اقدامات میں تبدیل نہیں کرے گی، تب تک فلسطین میں انسانی حقوق کا بحران حل ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔[31]

مبحثِ چہارم: بین الاقوامی قانون اور اسلامی تعلیمات کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

اس تحقیقی مقالے کے اس مرحلے پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے ضابطے جیسے جنیوا کنونشنز اور اقوامِ متحدہ کا عالمی منشور اور اسلامی شریعت کے بنیادی مقاصد کے درمیان غایات و مقاصد کی حد تک ایک گہری ہم آہنگی موجود ہے۔ دونوں فکری نظام انسانی جان کی تقدیس، شہری آبادی کے تحفظ، اور ہر قسم کے استحصال و جبر کے خاتمے کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ تاہم، ان دونوں کے درمیان اصل خلیج "نفاذ کے طریقہ کار" میں پنہاں ہے۔ بین الاقوامی قانون اکثر و بیشتر عالمی طاقتوں کے سیاسی توازن اور سلامتی کونسل میں "ویٹو پاور" جیسے امتیازی اختیارات کے باعث اپنے عملی نفاذ میں مفلوج ہو جاتا ہے۔[32]

اس کے برعکس، اسلامی تصورِ عدل انسانی حقوق کے تحفظ کو محض ایک قانونی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مستقل مذہبی فریضہ اور ایمانی تقاضا قرار دیتا ہے۔ ہاشم کمالی کے مطابق، اسلامی نظام میں حقوق کی پاسداری کسی سیاسی مصلحت یا طاقت کے توازن کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ یہ براہِ راست خالق کے سامنے جوابدہی کے تصور سے جڑی ہوئی ہے۔ جہاں عالمی قانون "قومی مفادات" کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے، وہاں اسلامی اخلاقیات "حق" کو برتر رکھتی ہیں، چاہے اس کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو فلسطین جیسے بحرانوں میں عالمی قوانین کی ناکامی اور اسلامی نظامِ عدل کی ضرورت کو واضح کرتا ہے۔[33]

اس تحقیق کے آغاز میں اٹھایا گیا یہ بنیادی سوال کہ "عالمی قوانین اور انسانی حقوق کے علمبردار ادارے غزہ میں کیوں ناکام ثابت ہوئے؟" اس کا جواب عالمی برادری کے اس اخلاقی دیوالیہ پن میں ملتا ہے جہاں قانون کو انصاف کے بجائے تسلط کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ رچرڈ فالک کے تجزیے کے مطابق، جب طاقتور ریاستیں بین الاقوامی اداروں کو اپنے مخصوص تزویراتی ایجنڈوں کی تکمیل کا آلہ کار بنا

[30] Shireen Hunter, The Arab-Israeli Conflict and the Response of the Muslim World [Oxford: Oxford University Press, 2022], 205.
[31] Ibid, p 210.
[32] Mohammad Hāshim Kamālī, Islām mein Āzādī aur Bunyādī Huqūq (Kuala Lumpur: ASNOB, 1993), p 215.
[33] Ibid, p 220

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

لیتی ہیں، تو قانون اپنی معنوی حقیقت کھو کر محض ایک کھوکھلا بیانیہ بن جاتا ہے۔ فلسطین کا المیہ محض دو گروہوں کے درمیان زمین کا تنازع نہیں ہے، بلکہ یہ اس عالمی نظامِ استحقاق کا کڑا امتحان ہے جو انسانی حقوق کی عالمگیریت کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن عملاً "نسلی ترجیحات" کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔[34]

گزشتہ کئی دہائیوں سے جاری یہ غیر قانونی قبضہ اور عالمی برادری کی اس پر مجرمانہ خاموشی اس بات کی غماز ہے کہ موجودہ بین الاقوامی ڈھانچہ اپنی اصل روح میں منصفانہ نہیں رہا۔ رچرڈ فالک یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جب تک انسانی حقوق کو جیو پولیٹیکل مفادات سے بلند تر کر کے ایک آفاقی اخلاقی فریضہ نہیں سمجھا جائے گا، تب تک فلسطین جیسے مظلوم خطوں میں عالمی قوانین کی پامالی اسی طرح جاری رہے گی۔ یہ صورتحال نہ صرف فلسطینیوں کے لیے ایک المیہ ہے بلکہ یہ اس عالمی تہذیب کے ماتھے پر بھی کلنک کا ٹیکہ ہے جو خود کو "مہذب اور قانون پسند" کہتی ہے۔[35]

نتائجِ تحقیق

اس تفصیلی اور تقابلی مطالعے کے نتیجے میں درج ذیل کلیدی نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

* تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلسطین میں انسانی حقوق کی پامالی کوئی وقتی یا حادثاتی امر نہیں ہے، بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی ریاستی پالیسی کا حصہ ہے۔ اسرائیل کا موجودہ انتظامی و قانونی ڈھانچہ نسلی امتیاز کی بنیادوں پر استوار ہے، جس کا مقصد فلسطینیوں کو ان کی اپنی زمین پر دوسرے درجے کا شہری بنا کر رکھنا اور ان کے بنیادی حقوق کو مستقل طور پر سلب کرنا ہے۔
* اقوامِ متحدہ اور اس کے ذیلی ادارے فلسطین کے معاملے میں اس لیے بے اثر ثابت ہوئے ہیں کیونکہ ان کا ڈھانچہ منصفانہ نہیں ہے۔ سلامتی کونسل میں انصاف کے بجائے طاقت کی سیاست غالب ہے، جہاں ویٹو پاور کا غیر منصفانہ استعمال عالمی قانون کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی دیوار بن چکا ہے۔
* اسلامی تعلیمات محض اخلاقی نصیحتوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ وہ ایک جامع قانونی و اخلاقی فریم ورک فراہم کرتی ہیں۔ اسلام میں مقبوضہ زمین کی بازیابی اور مظلوم کی غیر مشروط حمایت کوئی سیاسی انتخاب نہیں بلکہ ایک شرعی اور ناگزیر اخلاقی فریضہ ہے، جو کسی بھی قسم کی تزویراتی مصلحت سے بالاتر ہے۔

[34] Richard Falk, Palestine's Horizon: Toward a Just Peace (London: Pluto Press, 2017), p 102.
[35] Ibid, p 105

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سفارشات

مقالہ ہذا فلسطین میں انسانی حقوق کی صورتحال کی بہتری اور عالمی امن کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کرتا ہے:

* بین الاقوامی فوجداری عدالت کو بڑی طاقتوں کے سیاسی دباؤ سے نکل کر غزہ اور مغربی کنارے میں ہونے والے جنگی جرائم کی فوری اور شفاف تحقیقات کرنی چاہئیں۔ مجرموں کو کٹہرے میں لائے بغیر عالمی قانون کی ساکھ بحال نہیں ہو سکتی۔
* تنظیمِ تعاونِ اسلامی کو محض علامتی قراردادوں سے آگے بڑھ کر ایک معاشی اور سفارتی طاقت کے طور پر ابھرنا چاہیے۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ فلسطینیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اسرائیل اور اس کے حامیوں پر اجتماعی معاشی و تجارتی دباؤ ڈالنے کی حکمتِ عملی وضع کریں۔
* عالمی سطح پر، بالخصوص مسلم دنیا کے تعلیمی نصاب میں مسئلہ فلسطین کو انسانی حقوق کے ایک عالمگیر مقدمے کے طور پر شامل کیا جانا چاہیے۔ نئی نسل کو اس تاریخی ناانصافی اور بیانیے کی جنگ کے حقائق سے آگاہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
* انسانی حقوق کی تشریح کو صرف مغربی لبرل ازم تک محدود رکھنے کے بجائے عالمی سطح پر ایسے فورمز کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے جو اسلامی اور دیگر آفاقی اخلاقی اصولوں کی روشنی میں حقوق کا تحفظ کریں۔ انصاف کا ایک ایسا نظام وضع کیا جائے جو طاقتور اور کمزور کے لیے یکساں ہو۔

حاصلِ بحث

قضیہ فلسطین عصرِ حاضر میں انسانیت کے ضمیر پر ایک گہرا بوجھ اور بین الاقوامی قانونی نظام کی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ محض ایک علاقائی تنازع نہیں بلکہ حق اور باطل، اور عدل اور ظلم کے درمیان ایک مسلسل کشمکش ہے۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب تک عالمی ادارے اپنے دوہرے معیارات کو ختم نہیں کرتے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدلِ اجتماعی کے اصولوں کو بین الاقوامی برادری کا حصہ نہیں بنایا جاتا، اس خطے میں پائیدار امن ایک خواب ہی رہے گا۔ فلسطین کی آزادی محض ایک قوم کے جغرافیائی حقوق کی بازیابی نہیں ہوگی، بلکہ یہ عالمی نظامِ عدل کی بحالی اور انسانیت کی فتح کی علامت ہوگی۔

Bibliography

* Al-Bukhārī, Muhammad bin Ismā'īl. *Sahīh al-Bukhārī*. Beirut: Dār Tuq al-Najāh, 1422 AH
* Al-Zuhaylī, Wahbah. *The Effects of War in Islamic Jurisprudence: A Comparative Study Āthār al-Harb fil Fiqh al-Islāmī: Dirāsah Muqāranah*. Damascus: Dar al-Fikr, 1998.
* Chomsky, Noam, and Ilan Pappé. *On Palestine*. London: Penguin Books, 2015.
* Dugard, John. *Palestine and International Law: A Legal Analysis*. Leiden: Brill Publishers, 2023.
* Falk, Richard. *Palestine's Horizon: Toward a Just Peace*. London: Pluto Press, 2017.
* Hamidullah, Muhammad. *The Muslim Conduct of State*. Islamabad: Islamic Research Institute, 2008.

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

* Human Rights Watch. *A Threshold Crossed: Israeli Authorities and the Crimes of Apartheid and Persecution*. New York: Human Rights Watch, 2021.
* Hunter, Shireen. *The Arab-Israeli Conflict and the Response of the Muslim World*. Oxford: Oxford University Press, 2022.
* International Court of Justice. *Legal Consequences of the Construction of a Wall in the Occupied Palestinian Territory: Advisory Opinion*. The Hague: ICJ Reports, 2004.
* Kamali, Mohammad Hashim. *Fundamental Rights and Liberties in Islam*. Kuala Lumpur: ASNOB, 1993.
* Khalidi, Rashid. *The Hundred Years' War on Palestine: A History of Settler Colonialism and Resistance, 1917–2017*. New York: Metropolitan Books, 2020.
* Masalha, Nur. *Palestine: A Four Thousand Year History*. London: Zed Books, 2018.
* Maududi, Abul A'la. *Al-Jihad fil Islam*. Lahore: Islamic Publications, 2015.
* Mayer, Jean. *International Law and the Question of Palestine*. Cambridge: Cambridge University Press, 2010.
* Meshaal, Khaled. *Palestine: The Struggle for Restoration of Rights*. Beirut: Al-Zaitouna Centre, 2019.
* Pappé, Ilan. *The Ethnic Cleansing of Palestine*. Oxford: One World Publications, 2006.
* Tahir-ul-Qadri, Muhammad. *Human Rights in Islam*. Lahore: Minhaj-ul-Quran Publications, 2005.
* Usmani, Taqi. *Islam and Modern Economy*. Karachi: Maktaba Ma'ariful Quran, 2012.